(جدید اُردو نظم اور مختار صدیقی)

شازیہ اکبر (سینئر ماہرِ مضمون اُردو)

shaziaakbar63@gmail.com

جدید اُردو نظم نگاری کی تحریک میں میرا جی اور ن۔م راشد کے بعد مختار صدیقی کا نام ایک معتبر حوالے کے طور پر لیا جاتا ہے۔ان کا اصل نام مختار الحق صدیقی ہے۔لیکن ادبی دنیا میں وہ مختار صدیقی کے نام سے مشہور ہیں۔وہ یکم مارچ ۱۹۱۷ء کو شہر اقبال سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور پھر وہاں سے گوجرانوالہ آ گئے۔انہوں نے عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے گھر ہی میں حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور کی طرف رجوع کیا جوانی کا عرصہ مشکل حالات میں بسر کیا۔تعلیم کے بعد عملی زندگی کا آغاز کلرکی سے کیا۔اس کے بعد ریڈیو کی ملازمت اختیار کر لی۔نظم نگاری کے ساتھ ساتھ حلقہء اربابِ ذوق کو فعال بنانے میں میرا جی کے بعد سب سے زیادہ ہاتھ مختار صدیقی ہی کا ہے۔طارق حبیب لکھتے ہیں کہ۔

''حلقہء اربابِ ذوق'' کے لئے ان کی خدمات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔
''منزل شب''،''سی حرفی'' اور ''آثار'' اُن کے شعری مجموعے ہیں۔انھیں اگرچہ
گیتوں سے خاص لگاؤ تھا تاہم جدید نظم نگاری میں بھی ان کا کام اہم ہے''[۱]

مختار صدیقی کو پنجابی، اُردو، انگریزی، ہندی، عربی اور فارسی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔انھوں نے تنقیدی تصانیف بھی قلم بند کی تھیں۔جن کو اُن کی وفات کے بعد شیما مجید نے مرتب کیا۔اس کے علاوہ مختار صدیقی نے دو شہرہ آفاق انگریزی کتب کا ترجمہ بھی کیا۔''زندگی کی اہمیت'' اور ''جینے کا قرینہ'' کے نام سے ان کے دو تراجم نے بہت شہرت حاصل کی۔ مختار صدیقی براڈ کاسٹینگ سے بھی وابستہ رہے اور ریڈیو پاکستان میں مختلف عہدوں پر خدمات سرانجام دیں۔ پاکستان ٹیلی ویژن میں بھی انھوں نے مختلف حیثیتوں سے خدمات انجام دیں۔مختار صدیقی نے ڈراما نگاری کے فن میں بھی اپنا لوہا منوایا۔ان کے سینکڑوں ڈرامے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر پیش ہوئے۔

اردو ادب میں ''حلقہ اربابِ ذوق'' کی تحریک کا شمار ان چند تحریکوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اردو ادب پر گہرے اثرات مرتب کئے۔اگر مختار صدیقی کو اس تحریک کے ہراول دستے میں نمایاں مقام پر فائز قرار دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

ڈاکٹر حمیرا اشفاق لکھتی ہیں کہ

''۱۹۴۰ء میں میرؔاجی کی شمولیت کے سال ہی مختار صدیقی نے بھی حلقے کی رکنیت اختیار کی۔ مختار صدیقی کی نظمیں حلقہ ارباب ذوق کے سال بھر کی اہم تخلیقات کے انتخابوں میں ۱۹۴۱ء تک باقاعدگی سے شامل ہوتی رہیں۔ ۱۹۴۱ء میں حلقے نے نظموں کا جو انتخاب شائع کیا اس میں مختار صدیقی کی نظم ''رات کی بات'' ۱۹۴۲ء میں ''رسوائی'' شامل کی گئیں'' ۲

مختار صدیقی زندگی کے آخری ایام تک حلقے سے وابستہ رہے۔ اُن کی وفات کے بعد حلقے کے زیر اہتمام اُن کی یاد میں ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس میں یوسف کامران، مرزا ادیب، ظہیر کاشمیری، اے حمید، سجاد حیدر، اشفاق احمد، اعجاز بٹالوی، قیوم نظر، احمد ندیم قاسمی، ایوب رومانی اور عبدالشکور بیدل نے شرکت کی۔ حمیرا اشفاق لکھتی ہیں۔

''مختار صدیقی جدید اردو شاعری میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اُن کی شاعری بالخصوص جدید اردو نظم نے اپنے منفرد خدوخال کی بدولت بہت جلد اپنی انفرادیت قائم کر لی۔ اُن کے ہیتی تجربات نے اُن کے شاعرانہ آہنگ کو نئی صورت عطا کی'' ۳

مختار صدیقی کی انفرادیت صرف تجرباتی اور خارجی نوعیت کی نہیں بلکہ اُن کی شاعری میں فنی پختگی اس قدر ہے کہ وہ لفظوں کو جس طرح چاہیں موڑ لیتے ہیں۔ اُن کے موضوعات میں عصری شعور اپنی پوری معنویت کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر مختار صدیقی کی نظموں میں تمثیل کا وصف اساسی ہے۔ ان کی نظموں پر رومانوی انداز بھی غالب رہتا ہے اور ان کے لہجے میں ابہام کی کارفرمائی بھی بہت اہم عنصر ہے اور یہ ابہام میرؔاجی کے کلام سے مشابہ ہے۔ یوں کہ ایک طرح کا داخلی دکھ میرؔاجی کے کلام کی طرح مختار صدیقی کی نظموں کا باطنی مزاج بن کر اپنی تخلیقی کارفرمائی کا جواز بن جاتا ہے۔ یہ سوز و محبت کے کسی گہرے تجربے کی غمازی بھی کرتا ہے اور اس سے کسی خاص نوعیت کی محرومی کے احساس سے جنم لیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن ان تمام باتوں پر مختار صدیقی نے کوئی وضاحت پیش نہیں اور نہ ان اوصاف کی طرح خاص توجہ دی ہے۔ اُن کی ساری توجہ نظموں میں موجود ظاہری واقعے کی طرف رہی۔

مختار صدیقی کا تیسرا مجموعہ کلام ''آثار'' اُن کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ جس کا دیباچہ ضیا جالندھری نے رقم کیا تھا۔ نظم میں ہیئت کے تجربات سے انھوں نے اپنی بحث کا آغاز کیا اور اس امر کو مختار صدیقی کی خاص پہچان قرار دیا۔ یہ بھی درست ہے کہ انھوں نے پابند نظموں کے اندر رہ کر قوافی اور ہیئت کے تجربات کو عمدگی سے ادا کیا ہے۔ ضیا جالندھری لکھتے ہیں کہ

''اصل میں اُن کو اصوات اور موسیقی سے اتنا شدید لگاؤ تھا کہ انھوں نے بہت
سے راگوں کو شعری جامہ پہنانے میں وہ کمال حاصل کیا ہے کہ اُن سے پہلے اور
بعد میں بھی اب تک کسی کو میسر نہیں آیا''۔[۴]

ضیا جالندھری نے مختار صدیقی کے اولین شعری مجموعے''منزل شب'' کے حوالے سے کہا ہے کہ مختار صدیقی ذات سے اجتماع کے دکھوں کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں۔تقسیم کے واقعات سے بھی انھوں نے بہت اثر قبول کیا ہے پھر دوسرے شعری مجموعے''سی حرفی'' کو اردو شاعری کی تاریخ میں حیرت انگیز تجربہ قرار دیا ہے۔تصوف کا اثر یہاں بہت نمایاں اور گہرا دکھائی دیتا ہے اور تیسرے شعری مجموعے'' آثار'' کے حوالے سے ضیا جالندھری لکھتے ہیں:۔

''ان نظموں میں جہاں انسانی رشتوں کے ان گنت پہلوؤں کی عکاسی ملتی ہے
وہاں اپنی تاریخ،فکری ارتقاء اور مذہبی تجربات کا بھی اظہار ملتا ہے''[۵]

ڈاکٹر انور سدید نے اپنی کتاب''اردو ادب کی تحریکیں''میں حلقہ ارباب ذوق کے حوالے سے بھی مختار صدیقی کی خدمات کو سراہا ہے اور جدید نظم نگاری کے حوالے سے ان کی شاعری میں تازگی کے عنصر کو بھی نشان زد کیا ہے۔ حلقے سے وابستہ شعراء کے حوالے سے ڈاکٹر انور سدید نے ایک بہت اہم بات کو بیان کیا ہے:۔

''میرؔاجی کی وفات ایک ایسا واقعہ ہے جس نے حلقہ ارباب ذوق کو شدت سے
متاثر کیا میرؔاجی ایثار پیشہ،استغنا اور قربانی کو والہانہ جذبے اور روحانی تقدس
سے روبہ عمل لائے تھے۔۔۔۔حلقے کے بیش تر ارکان مادی آسائشوں،دنیاوی
راحتوں اور طلب شہرت کی طرف بہت کم راغب ہوئے اور زندگی کے کسی نہ کسی
موڑ پر اُن کا رُخ روحانیت کی طرف ضرور ہو گیا۔چنانچہ اس سلسلے میں میرؔاجی،
یوسف ظفر،مختار صدیقی،مولانا صلاح الدین احمد،محمد حسن عسکری اور ممتاز مفتی
وغیرہ کے نام بطور مثال پیش کیے جا سکتے ہیں۔''[۶]

ڈاکٹر انور سدید نے لفظوں کے صوتی تاثر اور موسیقی کے اوصاف کو مختار صدیقی کی خاص پہچان قرار دیا ہے اور ان کے ہاں تہذیبی اثرات کی نشان دہی بھی کی ہے۔
مختار صدیقی کے پہلے شعری مجموعے''منزل شب'' کی ایک نظم'' آخری بات''ملاحظہ کیجئے جس میں وہ عالمگیر دکھ اور کرب کا اظہار کرتے ہیں۔اس میں انھوں نے ہیروشیما اور ناگاساکی کی تباہی پر دُکھ کا اظہار کیا ہے۔جو اُن کی فکر کی عالمی

معاشرے پر مرتب ہونے والی حیثیت کا واضح شعری اظہار ہے۔

''اور اب ٹینک اپاہج ہوئے توپیں ٹھنڈی
پر شکستہ ہے فلک سیر تباہی کا جنوں
خون سے سینچتی ہوئی خاک نے اُگلی فوجیں''

''منزل شب''، ہی کی ایک نظم ''خیال درباری'' الفاظ کو ''بڑت'' کے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ''بڑت'' موسیقی کی ایک اصطلاح ہے جس کا مطلب ہے تین کہہ کر پیچھے مڑنا اور پھر گانا۔ بند ملاحظہ ہو جس میں یہ امتزج بہ طریق احسن کیا گیا ہے۔

''روشنی تیز ہوئی
روشنی تیز ہوئی شمعوں کی
روشنی تیز ہوئی شمعوں کی، فانوسوں کی اور شب کی دلہن
روشنی تیز ئی شمعوں کی فانوسوں کی اور شب کی دلہن شرمائی''

''سی حرفی'' مختار صدیقی کا دوسرا شعری مجموعہ ہے یہ اُن کی زندگی ہی میں ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا۔ ''سی حرفی'' ایک پنجابی صنف سخن ہے۔ اس میں حروف ابجد کی ترتیب سے تیس سے زیادہ قطعات لکھے جاتے ہیں۔ ان میں اخلاقی، مذہبی اور صوفیانہ خیالات کو موضوع بنایا جاتا ہے۔ جو دوسرے موضوعات زندگی کو بھی اپنے اندر سمونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

''مختار صدیقی حضرت سلطان باہو سے بے حد متاثر تھے حتیٰ کہ وہ ان سے
ملاقات کا دعویٰ بھی کرتے تھے'' ۷

مختار صدیقی کی شاعری بہت سی جہتوں کی حامل ہے۔ جیلانی کامران نے مختار صدیقی کی شاعری کی لسانی جہت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ ایک اسلوب کو دریافت کرنے کا شاعر کا تدریجی عمل تھا اور ان کا اصل مقصد ان الفاظ کے ذریعے اپنے محسوسات کو قلم بند کرنا اور دوسروں تک پہنچانا تھا۔ جیلانی کامران کی اس بات میں کافی وزن ہے کہ

''مختار صدیقی کی انفرادیت نظم کے اندر پیدا ہوئے محسوسات کے اس
عجیب و غریب عالم میں مضمر ہے جسے گہرا سنجیدہ مطالعہ دریافت کر سکتا
ہے۔۔۔مختار صدیقی کی نظم نبیادی طور پر مکالمے اور گفتگو کی نظم ہے جو
ایک کیفیت کے طاری ہونے کے بعد اپنا آپ ظاہر کرتی ہے'' ۸

مختار صدیقی کے تیسرے شعری مجموعے'' آثار'' میں اُن کی نظم نگاری کا فن عروج پر نظر آتا ہے۔اُن کی پختہ فکری اور شاعرانہ تخیل مل کر قاری کو ایک عالم وجد میں لے جاتی ہے۔لفظوں کی کاریگری اور پوشیدہ موسیقیت ان لفظوں میں مخفی گہرے فلسفے کو بڑی خوبصورتی سے بیان کرتی ہے۔

'' سطان باہوؒ کی عقیدت اور محبت میں اس صنف سخن کا انتخاب کیا۔
ن م راشد مختار صدیقی کی سی حرفی کو تصوف سے لگن کا نتیجہ تو قرار
دیتے ہیں لیکن وہ اُسے فارسی کی متصوفانہ روایت کی کڑی نہیں
کہتے بلکہ وہ اُسے پنجابی کی صوفیانہ روایت کی توسیع قرار دیتے ہیں'' ۹

''سی حرفی''میں شامل ایک نظم ''حجاب نامہ'' جوسن جاناں کی تکرار سے صوتی آہنگ اُبھارتی ہے اور معنویت کے اعتبار سے سوچ اور فکر کے نئے در کھولتی ہے:۔

مختار صدیقی کی شاعری اپنے اندر بہت سے پہلو سموئے ہوئے ہے۔مختار صدیقی کی شاعری کو بیان کرتے ہوئے سعدیہ شفقت رقم طراز ہیں:۔

''جس دور میں اُردو شعراء جدید مغربی اصناف سخن مثلاً آزاد، نثری و معریٰ نظم،
ہائیکو، راشے اور سائنٹ وغیرہ میں تجربات کر رہے تھے۔اس دور میں مختار صدیقی
کا منفرد کارنامہ شعری ہیئتوں کو مغرب سے مستعار لینا نہیں بلکہ مشرقی ہیئتوں
کی طرف رجوع کرنا تھا'' ۱۰

مختار صدیقی کی نظم ''میرے شب و روز'' مقبوضہ کشمیر کے تناظر میں لکھی گئی ہے جس میں مہاجنوں کے ہاتھ بکتی ہوئی مجبوریاں، دہکتے ہوئے چنار اور بے گور و کفن نوجوانوں کی لاشوں کو موضوع بنایا گیا ہے:
جہاں زندگی کے سارے رنگ اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ نظر آتے ہیں اور کبھی نغمہ، کوئی گیت کوئی وصل کسی ملاقات کا دھیمے دھیمے انداز میں تذکرہ ہے وہاں موت اور اُداسیوں کے رنگ بھی مجید امجد کی کی شاعری میں نمایاں نظر آتے ہیں، زندگی کی تمام تر رنگینیوں کے درمیان موت کی اُداسی، تنہائی اور خامشی کا سوگ بھی واضح دیکھا جا سکتا ہے۔اُنکی ایک نظم ''جانے والے سے'' '' آثار'' میں شامل ہے اس کی چند لائنیں ملاحظہ فرمائیں۔

ہاں۔۔۔۔مگر کچھ دیر کو ہم سوچتے ہیں
تم جواب ہوئے، تو کیا کرتے
کہ کرنا چاہیے

اب تلک تم کو۔۔۔۔۔کوئی کیا بھولتا
کہ تم کو اپنی بھول کے پردے ہٹا کر
یاد بھی کرنا پڑے!
اب تلک۔۔۔مرنا تمھارا اتنا تازہ ہے
کہ جیسے ہم نے دیکھا (یا کہ پایا)
کوئی حیرت ناک، لیکن جانا پہچانا ثمر!
یہ ثمر کچھ دل نشیں بھی تھا
مگر بے حرف بھی تھا
تم نے دیکھا ہے۔
کہ تم یکبارگی مرتے نہیں
یکبارگی بالکل فنا ہوتے نہیں
تم نے دیکھا ہے۔۔۔۔کہ مجھ سے لوگ
اب بھی پیش کرتے ہیں نوحوں کے پھول

حوال نمبر ۹، مختار صدیقی، آثار، ماروا پبلشرز لاہور، صفحہ نمبر ۱۴۳، ۱۴۴

کلاسیکیت اور جدیدیت بھی ان کے ہاں باہم شیر شکر نظر آتی ہیں۔ وہ کبھی میؔر کے پیرو بن کر 'ا' بھرتے ہیں تو کبھی سلطان باہوؒ کی طرز پر "سی حرفی" کے روپ میں منعکس ہوتے ہیں۔
لیکن روایت میں رہ کر جدت اختیار کرنے کی کامیاب کوشش ان کی شاعری کو انوکھی انفرادیت عطا کرتی ہے۔ بلاشبہ مختار صدیقی جدید نظم کے شعراء میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں اور جدید نظم نگاری میں ان کا کام بہت اہمیت کا حامل ہے۔

حوالہ جات:

۱۔طارق حبیب، مقالہ، جدید اردو نظم پر تنقید، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء ص ۸۸

۲۔حمیرا اشفاق، مختار صدیقی نوکلاسیکی روایت کا ترجمان، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، طبع ۲۰۱۲ء ص ۲۲

۳۔حمیرا اشفاق، مختار صدیقی نوکلاسیکی روایت کا ترجمان، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، طبع ۲۰۱۲ء ص ۲۸

۴۔ جالندھری ضیاء دیباچہ شعری مجموعہ ''آثار'' از مختار صدیقی، لاہور، مادر پبلشرز، اشاعت اوّل طبع ۱۹۸۸ء ص ٦

۵۔ جالندھری ضیاء دیباچہ شعری مجموعہ ''آثار'' از مختار صدیقی، لاہور، مادر پبلشرز، اشاعت اوّل طبع ۱۹۸۸ء ص ۱۱

٦۔انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں، کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، طبع ۲۰۱۳ء ص ۵۰۹

۷۔ جیلانی کامران، مضمون، مختار صدیقی کی شاعری، مشمولہ، ماہ نو، لاہور، جلد ۰۰، شمارہ، ۵ مئی ۲۰۰۲ء ص ۴۸، ۴۹

۸۔سعدیہ شفقت، مضمون گم شدہ تہذیبی قدروں کا شاعر، مختار صدیقی، مشمولہ، ماہ نو، لاہور، جلد ۰۰، شمارہ ۵ مئی ۲۰۰۲ء ص

۴۸، ۴۹

۹۔مختار صدیقی، آثار، ماورا پبلشرز لاہور ۱۹۸۸، صفحہ ۱۴۳، ۱۴۴

۱۰۔سعدیہ شفقت، ''مختار صدیقی نوکلاسیکی روایت کا ترجمان'' سنگ میل پبلی کیشنز، طبع ۲۰۱۲، ص ۳٦